مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ (بخاری:71)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہادی کارنامے

مقالہ نگار

مولوی عمر خلیل

فاضل مدرسہ عربیہ رائیونڈ 2022

شریک کلیۃ الفنون 23-2022

جامعۃ الحسن ساہیوال

نگران اعلیٰ

استاذ العلماء ولی کامل

حضرت مولانا مفتی ساجد الرحیم صاحب دامت برکاتہم

(صدر جامعۃ الحسن ساہیوال)

زیر نگرانی

حضرت مولانا عبد الماجد عارفی صاحب حفظہ اللہ

(مدیر ماہنامہ دین کی دنیا)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	نام ونسب	5	23	آیت حجاب	18
2	خاندان	5	24	اسیران بدر	18
3	اسلام سے پہلے کے حالات	5	25	منافق کی نماز جنازہ	18
4	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے بارے میں احادیث	6	26	اذان کی ابتدا	19
5	اسلام عمر فاروق رضی اللہ عنہ	7	27	مسائل اعتقادیہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تدبر	19
6	قبول اسلام کا سبب	8	28	مصالح شریعت کی جستجو	20
7	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری	9	29	تعزیر کا استعمال	20
8	ہجرت	10	30	حد خمر	21
9	فضیلت عمر رضی اللہ عنہ	11	31	زنا بالجبر	21
10	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہادی کارنامے	12	32	نکاح محلل	22
11	اجتہاد کی تعریف	13	33	تراویح	22
12	اجتہاد عہد رسالت میں	13	34	ملکی نظم ونسق	23
13	اجتہاد عہد صحابہ میں	13	35	احتساب	24
14	صحابہ کا طریقہ اجتہاد	14	36	پولیس	24
15	مجتہدین صحابہ	14	37	جیل	24
16	اجتہاد عہد صدیقی میں	14	38	بیت المال	24
17	اجتہاد عہد فاروقی میں	15	39	فوج	24
18	سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ	15	40	خلافت عمر میں غیر مسلموں کا طرز زندگی	25
19	سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اسلوب اجتہاد	16	41	مذہبی آزادی	25
20	قاضی شریح کو نصیحت	16	42	ذمیوں کے حقوق	25
21	مطابقات عمر رضی اللہ عنہ	17	43	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہادات کا اجمالی نقشہ	26
22	مقام ابراہیم	17		حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت	27

انتساب

خالق کائنات کے بعد دنیا کی سب سے عظیم ہستی سرور کونین ،وجہ کائنات،احمد مجتبیٰ ، امام الانبیاء، محبوب خدا، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام۔ جن کو خدائے برتر وبالا نے رحمت للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا۔ جن کے راستے پر چل کر ہم رب ذوالجلال کی ذات اقدس کو حاصل کر سکتے ہیں جو کہ مقصدِ حیات ہے۔اس کے بعد میں اس تحریر کو ان تمام اساتذہ کے نام کرتا ہوں جن کی محنت وکاوش سے میں چند سطریں لکھنے کے قابل ہوا، جن میں استاذ العلماء ولی کامل حضرت مولانا مفتی ساجد الرحیم صاحب دامت برکاتہم کا نام سر فہرست ہے۔

اظہار تشکر

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله النبی الکریم، أما بعد: حمد و شکر کے لائق وہی رب ذوالجلال ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ جس کا تصور بھی ہماری عقل و شعور سے بالاتر ہے۔ وہ رب کریم جس نے انسان کو عقل و شعور بخشا۔ انسان کی رہنمائی کے لئے نبی ورسول مبعوث فرمائے۔ لوح و قلم کو پیدا کیا اور انسان کو قلم کے ذریعے سکھایا۔ اس کے بعد میں شکر گزار ہوں اپنے والدین کا جن کی شب وروز کی محنت، محبت اور دعاؤں کے صدقے میں قلم اٹھانے کے قابل ہوا، اللہ رب العزت ان کا سایہ تادیر ہم پر سلامت رکھے۔ اس کے ساتھ ہی میں شکریہ ادا کرتا ہوں اپنے عظیم محسن حضرت مولانا ظہور احمد صاحب دامت فیوضہم کا کہ میرا علمی سفر انہی کی محنتوں اور دعاؤں کا ثمرہ ہے۔

اس کے ساتھ ہی میں شکر گزار ہوں صاحب نظر، خلیفہ شفیق الامت، استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی ساجد الرحیم صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا جنہوں نے جامعۃ الحسن کے اندر علمی و تحقیقی ماحول پیدا کیا اور نئے علوم وفنون سیکھنے کی طرف توجہ دلائی، اور اسی طرح اپنے اساتذہ کرام مولانا مفتی محمد ادریس صاحب دامت فیوضہم، مولانا مفتی محمد عثمان صاحب دامت فیوضہم، مولانا عبد الماجد عارفی صاحب حفظہ اللہ، مولانا محمد اسامہ طارق صاحب حفظہ اللہ ، مولانا محمد قاسم صدیق صاحب حفظہ اللہ کا کہ ان تمام اساتذہ کی محبت، اپنائیت، جدوجہد اور مسلسل راہنمائی نے میرے اندر انتظامی امور کی سوجھ بوجھ، علماء وصلحا کی مجالس میں حاضری کا شوق، کتاب بینی اور تقریر وتحریر کی صلاحیتیں پیدا فرمائیں۔ اللہ تبارک وتعالی میرے تمام اساتذہ کی محنت وکاوش کو قبول فرمائے اور اپنی شایان شان ان کی محنت کا بدلہ عطا فرمائے اور ہمیں ان سے بھرپور مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

پیش لفظ

الحمد لله الواحد الاحد الصمد، الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا أحد، واشهد ان لا إله إلا الله وحده لا شريك له، واشهد ان محمدا عبده ورسوله المصطفى، بعثه الله رحمة للعلمين۔

شریعت اسلامی کے دوام و استمرار کی بنیاد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کندھوں پر کھڑی ہے، جنہوں نے انتہائی ایمان داری، جاں فشانی اور عدل و انصاف کے ساتھ شریعت کے ہر قول و فعل کو من و عن محفوظ کیا اور اس کی نشر و اشاعت میں ہر ممکن کوشش کی۔ مجھے جس موضوع پر اللہ تبارک وتعالی نے قلم اٹھانے کی توفیق عطاء فرمائی وہ ہے "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہادی کارنامے"۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عدوی قریشی ہیں، آپ کا نسب نامہ آٹھویں پشت پر جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد، حضرت عمر رضی اللہ عنہ 22 جمادی الثانی 13 ہجری کو مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ مقرر ہوئے، آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر اور تاریخ اسلام کی اہم ترین شخصیات میں سے ہیں۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، آپ کا شمار زاہدین صحابہ میں ہوتا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک عادل اور انصاف پسند حکمران تھے، آپ کی خلافت جمہوری طرز کی تھی، تمام معاملات مجلس شوریٰ کے ذریعے طے کئے جاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سن ہجری کے بانی ہیں، آپ کے دور خلافت میں شام،، مصر، لیبیا، عراق، ایران، خراسان، مشرقی اناطولیہ، جنوبی آرمینیا اور سجستان فتح ہوئے۔

آپ کے دور خلافت میں مملکت اسلامی کا رقبہ بائیس لاکھ اکاون ہزار تیس مربع میل پر پھیلا ہوا تھا۔ آپ کے دور حکومت میں پہلی مرتبہ یروشلم فتح ہوا، آپ کا عہد اسلام کا شباب تھا، جس طریقے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑی بڑی سلطنتوں کو زیر کیا اور ملکی نظام کو مضبوط کیا اور رعایا کی تمام ترضرورتوں پر مکمل توجہ دی اور امور سلطنت کو جس حسن خوبی، مہارت اور ذمہ داری سے نبھایا، وہ آپ کے مجتہد ہونے کی واضح دلیل ہے، بارہا آپ کی رائے کے مطابق وحی نازل ہوئی۔

آپ کے اجتہادی فیصلے اسلامی مملکت اور فقہ کی اساس ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ دور حاضر کے اقتصادی، سیاسی اور معاشرتی مسائل کے حل کے لئے ایک راہبر و راہنما کی حیثیت رکھتے ہیں، بیت المال، جیل خانے، عدالتیں، محکمہ پولیس، زمینوں کی پیائش، قیاس کا اصول، مردم شماری، نماز تراویح کی جماعت، فرائض میں عول کا مسئلہ، وقف کا طریقہ، صوبوں کی تقسیم اور سن ہجری کی ایجاد حضرت عمر کے عظیم کارنامے ہیں۔

نام و نسب

نام:

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔

کنیت:

ابو حفص، آپ رضی اللہ عنہ کی یہ کنیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی، حفص شیر کو کہتے ہیں یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ شیر کی طرح بہادر اور دلیر تھے۔

لقب:

الفاروق، یعنی کفر و اسلام میں فرق کرنے والا۔ یہ لقب بھی آپ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عطاء فرمایا تھا۔

والد کا نام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے والد کا نام الخطاب تھا۔

والدہ کا نام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام حنتمہ تھا۔

شجرہ نسب:

عمر بن خطاب بن نوفل بن عبد العزّٰی بن ریاح بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر بن مالک؛ آٹھویں پشت پر جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ (تاریخ امت مسلمہ: 1/502، المنہل)

خاندانِ عمر رضی اللہ عنہ

ددھیال: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خاندان کا شمار عرب کے ممتاز خاندانوں میں ہوتا تھا، عرب قبائل کی باہمی لڑائیوں میں جب ثالث بنانے کی ضرورت پیش آتی تو آپ ہی کے خاندان کے لوگوں کو ثالث بنایا جاتا تھا۔ اگر بیرونی ممالک کے بادشاہوں، قیصر و کسریٰ وغیرہ کے پاس کوئی سفارتی وفد بھیجنے کی ضرورت پیش آتی تو بھی آپ ہی کے خاندان کی ذمہ داری تھی اور یہ دونوں کام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان میں نسل در نسل چلے آرہے تھے۔

ننھیال: ددھیال کی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ننھیال کا شمار بھی عرب کے معزز خاندانوں میں ہوتا تھا، آپ کی والدہ ہاشم بن مغیرہ کی بیٹی تھیں، قریش کو جب مکہ سے باہر لڑائی کے لیے جانے کی ضرورت پیش آتی تو فوج کا تمام اہتمام مغیرہ ہی کے سپرد ہوتا تھا۔

اسلام سے پہلے کے حالات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بچپن کے حالات تو تاریخ میں محفوظ نہیں، ہاں لڑکپن کے زمانے میں آپ کے والد خطاب نے آپ رضی اللہ عنہ کو اونٹ

چرانے کی ذمہ داری سونپ رکھی تھی، اس کے ساتھ ساتھ آپ رضی اللہ عنہ نے لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا تھا، جب کہ مکہ میں چند لوگ ہی لکھنا پڑھنا جانتے تھے، اس کے علاوہ آپ نسب دانی، سپہ گری، پہلوانی اور خطابت میں بھی مہارت رکھتے تھے، جب جوانی میں قدم رکھا اور فکر معاش لاحق ہوئی تو آپ نے مکہ کا مشہور پیشہ تجارت اختیار کیا اور تجارت کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دور دراز کے سفر کئے، ان اسفار نے آپ رضی اللہ عنہ کے اندر خودداری، حوصلگی اور معاملہ فہمی جیسے اوصاف پیدا کر دیے تھے۔ اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ دنیا کے سیاسی و تمدنی، اقتصادی و معاشی اور جغرافیائی حدود و حالات کو اچھی طرح جانتے تھے، اسی وجہ سے جب قریش کا دوسرے عرب قبائل یا کسی بیرونی بادشاہ کے ساتھ کوئی معاملہ پیچیدگی اختیار کر جاتا تو آپ رضی اللہ عنہ ہی کو سفیر بنا کر بھیجا جاتا تھا۔ (تاریخ امت مسلمہ: 1/502، المنہل)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ستائیس سال کے تھے جب عرب کے ظلمت زدہ صحراؤں میں نور نبوت چمکا جس نے تمام ظلمتوں کو ختم کر دیا، مکہ کی وادیوں سے صدائے توحید بلند ہوئی جس نے عرب و عجم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، یہ صدائے حق اہل عرب کے لیے آوازِ نو تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس سے برہم ہوئے، جس کے بارے میں معلوم ہوتا کہ مسلمان ہو گیا ہے اس کی جان کے دشمن بن جاتے اور اسے سخت سزا دیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان کی ایک کنیز مسلمان ہو گئی تو اسے اتنا مارتے کہ تھک جاتے۔

لیکن اسلام کا نور ایسا نور نہ تھا کہ بجھ جائے، جو ایک دفعہ اسلام قبول کر لیتا اسے اپنی جان دینا تو قبول تھا مگر جہالت کی اندھیر نگری کی طرف لوٹنا منظور نہ تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے بارے میں احادیث

"عن ابن عمر أنّ رسول الله ﷺ قالَ: اللهم أعِزّ الاسلام بأحبّ هذَيْن الرجلين اليك بأبي جهل أو عمر بن الخطاب، قال وكان أحبهما اليه عُمر۔"

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اللہ تیرے نزدیک ان دو افراد ابو جہل یا عمر بن خطاب میں سے جو زیادہ پسند ہو، اس کے ذریعے اسلام کو عزت دے۔ (سنن الترمذی: /، رحمانیہ)

قال عبدالل: "ما زلنا أعِزةً منذ أسْلَمَ عمر"

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے ہم ہمیشہ عزت سے رہے۔ (بخاری: 1/651، رحمانیہ)

عن صهيب بن سنان قال: لما اسلم عمر ظهر الاسلامُ ودعِيَ اليه علانية، وجلسنا حول البيت حِلَقًا و طفنا بالبيت وَانتصَفنا ممّن غلظ علينا ورَدَدْنا عليه بعض ما يأتي به۔

ترجمہ: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو اسلام ظاہر ہو گیا اور کھلے عام اسلام کی دعوت دی گئی، آپ کی برکت سے ہم بیت اللہ کے ارد گرد حلقہ کی صورت میں بیٹھتے تھے، طواف کرتے اور جو ہم سے سختی کرتا تو ہم اس سے نپٹ لیتے اور اسے اس کی مغلظات کا بھرپور جواب دیتے۔ (طبقات ابن سعد: 2/143، مکتبہ عُمریہ)

قال عبد الله بن مسعود رَضِيَ اللهُ عَنْهُما: أنّ إسْلام عمر فتحا و كانت هجرته نصرًا و كانت إمارته رحمةً لقد رأيتنا و ما نستطعُ

أن نصلّی بالبیت حتی اسلم عمر، فلمّا اسلم عمر قاتلھم حتی ترکونا فصلینا۔

ترجمہ: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام فتح و کامرانی تھی، آپ کی ہجرت مدد و نصرت تھی، اور آپ کی امارت رحمت تھی، یقیناً ہم نے اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھا کہ ہم مسجد حرام میں نماز ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر اسلام لائے۔ پھر جب عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو آپ نے مشرکین کے ساتھ لڑائی جھگڑا کیا یہاں تک کہ انہوں نے ہمیں تکلیف دینا چھوڑ دی، پھر ہم نے مسجد نبوی میں نماز ادا کی۔ (طبقات ابن سعد: 2/144، مکتبہ عمریہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعرض کی غرض سے چلا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پہلے مسجد حرام میں پہنچے۔ میں کسی قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الحاقہ کی تلاوت شروع فرمائی۔ میں تالیف قرآن سے تعجب کرنے لگا اور اپنے آپ سے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم شاعر ہیں مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے: ومَا هُوَبِقَوْلِ شَاعِرٍقَلِيلًا مَّاتُؤْمِنُونَ(الحاقة) کی تلاوت فرمائی تو میرے دل میں عظمتِ اسلام کی دھاک بیٹھ گئی۔ (مسند احمد: 1/31، دار احیاء التراث العربی)

قال حذیفة رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: (کَانَ الاسلامُ فی زمانِ عمر کالرجل المقبلِ لا یزدادُ الّا قرباً، فلما قُتِلَ عمرُ کان کالرجل المدبرِ لا یزدادُ الّا بعداً) ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ۔ (مستدرک للحاکم: 3/299، قدیمی)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو اسلام اس آدمی کی طرح ہو گیا جو ہر قدم پر اپنی منزل کے قریب تر ہوتا چلا جاتا ہے، جب آپ شہید ہوئے تو اسلام اس پیٹھ پھر کر بھاگنے والے شخص کی طرح ہو گیا جو ہر قدم پر اپنی منزل سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔

اسلام عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعارض کے لیے نکلا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے، قرآن کے اسلوب کو دیکھ کر میں نے بھی وہی کہا جو کفار مکہ کہا کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شاعر ہیں اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔

(اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ وَمَا هُوَبِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ)(الحاقه:۴۰-۴۱)

”کہ یہ (قرآن) ایک معزز پیغام لانے والے کا کلام ہے ۝ اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے مگر تم ایمان تھوڑا ہی لاتے ہو“

میں نے کہا یہ کاہن ہے، میرے دل کی بات پہچان گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی

(وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ)(الحاقه:۴۲-۴۳)

”اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے، (مگر) تم سبق تھوڑا ہی لیتے ہو ۝ یہ کلام تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے اُتارا جا رہا ہے“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پوری سورت آخر تک تلاوت فرمائی اور اس کو سن کر اسلام میرے دل میں پوری طرح گھر کر گیا۔ اس کے علاوہ صحیح بخاری میں خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ بعثت سے کچھ پہلے یا اس کے بعد وہ ایک بت خانہ میں سو رہے تھے، انہوں نے دیکھا کہ ایک بت پر ایک قربانی چڑھائی گئی اور اس کے اندر سے آواز آئی اے جلیج! ایک فصیح البیان کہتا ہے، لا الہ الا اللہ، اس آوز کا سننا تھا کہ لوگ بھاگ گئے، لیکن میں

کھڑا رہا کہ دیکھوں اس کے بعد کیا ہوتا ہے، پھر وہی آواز آئی، اس واقعہ پر تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ لوگوں میں چرچا ہوا کہ یہ (محمد ﷺ) نبی ہیں (اس میں یہ نہیں بیان کیا گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اس کا کیا اثر ہوا۔) لیکن شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس خواب سے آپ ﷺ کی بعثت کی بشارت مراد نہ لے سکے کیونکہ اس میں آپ ﷺ کی بعثت کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ آپ مسلسل اسلام دشمنی میں لگے رہے۔(السیرۃ النبویہ:1/379، دار احیاء التراث العربی)

قبول اسلام کا سبب:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن فاطمہ بنت خطاب جو سعید بن عمرو بن نفیل کے پاس (ان کے نکاح میں) تھیں انہوں نے اور ان کے شوہر سعید نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ اپنے اسلام کو چھپاتے تھے اور خباب بن الارت رضی اللہ عنہ ان کو قرآن پڑھانے ان کے پاس آیا کرتے تھے۔

اسلام روز بروز ترقی کرتا جا رہا تھا، کفار اس سے مسلسل پریشان تھے، ایک دفعہ کفار نے مجلس شوریٰ قائم کی کس طرح اسلام کا قلع قمع کیا جائے، اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے، وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں (نعوذ باللہ) اسلام کے بانی محمد ﷺ کو قتل کر دیتا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تھا کہ آپ ﷺ، ابو بکر بن قحافہ، حمزہ بن عبد المطلب اور علی بن ابی طالب اور باقی مسلمان رضی اللہ عنہم جنہوں نے حبشہ کی ہجرت نہیں کی، صفا کے قریب ایک گھر میں جمع ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہاتھ میں ننگی تلوار لیے ہوئے حضور ﷺ کے قتل کے ارادہ سے چل دیے، راستے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ملاقات نعیم بن عبد اللہ سے ہوئی اس نے پوچھا اے عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے کہ محمد کو قتل کرنے جا رہا ہوں، (نعوذ باللہ) جس نے قریش میں پھوٹ ڈال دی، ان کے عقل مندوں کو بے وقوف کہتا ہے، ان کے دین میں پھوٹ ڈالتا ہے اور ان کے معبودوں کو گالیاں دیتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کو قتل کر دوں تو نعیم نے کہا اے عمر! تمہارے نفس نے تمہیں دھوکا دیا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ اگر تم نے محمد کو قتل کر دیا تو کیا بنی عبد مناف تمہیں چھوڑ دیں گے۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار نکال لی اور بولے لگتا ہے کہ تو بھی بے دین ہو گیا ہے، آپ پہلے تجھے ہی نمٹا دوں، نعیم نے بھی یہ کہہ کر تلوار نکال لی کہ ہاں میں بے دین ہو گیا ہوں، پھر بولے کہ اپنے گھر کی تو خبر لے، تیرے بہن اور بہنوئی (سعید اور فاطمہ رضی اللہ عنہما) مسلمان ہو چکے ہیں، تم پر ان کی دیکھ بھال لازم ہے۔ راوی نے کہا کہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بہن اور بہنوئی کی طرف جانے کے ارادہ سے لوٹے اور ان دونوں کے پاس خباب بن الارت رضی اللہ عنہ موجود تھے جو ان کو قرآن شریف پڑھا رہے تھے، ان کے پاس ایک صحیفہ تھا، جس پر سورت طٰہٰ لکھی ہوئی تھی، جب ان لوگوں نے عمر کی آہٹ سنی تو حضرت خباب رضی اللہ عنہ گھر کے کسی حصہ میں چھپ گئے اور فاطمہ بنت الخطاب نے اس کتاب کو اپنی ران کے نیچے رکھ لیا حالانکہ عمر جب گھر کے نزدیک آئے تھے تو خباب رضی اللہ عنہ کی قرأت سن لی تھی، جب وہ اندر آئے تو کہا یہ کس کے گنگنانے کی آواز تھی جو۔ بہن اور بہنوئی دونوں نے کہا کہ ہم تو آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں نہیں واللہ! میں نے سنا اور مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم نے اپنے آبائی دین کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لیا ہے، آپ کے بہنوئی سعید بن زید نے کہا کہ اگر دوسرا دین بہتر ہو تو! یہ سننا تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بہنوئی کو پکڑا اور مارنا شروع کر دیا۔ بہن نے شوہر کو چھڑانے کی کوشش کی تو اسے اس زور سے مارا کہ ان کا سر زخمی کر دیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا تو ان کی بہن اور بہنوئی دونوں نے کہا کہ ہاں ہم نے اسلام کو اختیار کر لیا ہے اور ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے ہیں، اے عمر! تم جو چاہو کرو۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کے (سر سے) خون (نکلتا ہوا) دیکھا تو شرم سی آنے لگی اور مارنے سے رک گئے اور غصہ بھی ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ اتنے میں اس صحیفے پر نظر پڑی جس پر سورہ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی بولے لاؤ مجھے دکھاؤ یہ کیا ہے؟ بہن نے کہا کہ ہمیں اس کے متعلق تم سے ڈر لگتا ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ڈرو نہیں اور ان کے سامنے اپنے معبودوں کی قسمیں کھائیں کہ اسے پڑھ کر وہ انہیں واپس کر دیں گے۔ جب انہوں نے

یہ کہا تو بہن کو عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی امید ہوئی تو کہا بھائی جان! آپ اپنے شرک کی وجہ سے ناپاک ہیں اور اس کو ناپاک ہاتھ نہیں چھو سکتا تو عمر رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور غسل کیا، ان کی بہن نے ان کو وہ کتاب دی اور اس میں سورۃ طٰہٰ لکھی تھی۔ جب ابتدائی حصہ پڑھا تو بولے یہ کلام کس قدر اچھا اور کس قدر عظمت والا ہے۔ (السیرۃ النبویہ: 1/382، دار احیاء التراث العربی)

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری:

جب خباب رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو ان کے سامنے باہر نکل آئے اوران سے کہا اے عمر! واللہ مجھے امید ہو گئی، اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی دعا تمہارے حق میں قبول کر لی میں نے کل حضور ﷺ کو یہ دعا کرتے سنا ہے۔

(اللّٰھُمَّ اَیِّدِ الاِسلامَ بِاَبی الحَکَمِ بنِ ھِشامٍ او بعمرَ بنِ الخطّابِ)

"اے اللہ! ابو الحکم بن ہشام یا عمر بن الخطاب کے ذریعے اسلام کی تائید فرما"

اے عمر اللہ سے ڈرو، تو عمر رضی اللہ عنہ نے اس وقت کہا اے خباب! مجھے محمد کے پاس لے چلو کہ میں ان کے پاس پہنچوں اور اسلام قبول کروں۔ خباب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ ﷺ کو صفا کے پاس ایک گھر میں ہیں جس میں آپ ﷺ کے ساتھ آپ کے اصحاب بھی ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار گلے میں لٹکائی اور آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کی طرف چل دئے، ان کے پاس آکر دروازہ کھٹکھٹایا، جب انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ایک صاحب کھڑے ہوے اور دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ تلوار لٹکائے ہوئے ہیں وہ گھبرائے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس جاکر عرض کیا کہ عمر ہیں، گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے۔ حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب نے کہا انہیں آنے کی اجازت دیں، اگر کسی بھلائی کے ارادے سے آئے ہیں تو ہم ان کے ساتھ بھلائی کا سلوک کریں گے اور اگر کسی برائی کے ارادے سے آئے ہیں تو ہم اُسی کی تلوار سے اس کو قتل کر ڈالیں گے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ائذن لہ، انہیں آنے دو۔ اس شخص نے عمر رضی اللہ عنہ کو آنے کی اجازت دی اور رسول اللہ ﷺ عمر کی جانب اٹھ کھڑے ہوئے، ان کی کمر یا چادر کے کنارے کو پکڑ کر کھینچا اور فرمایا اے خطاب کے بیٹے! تجھے کونسی چیز یہاں لائی ہے واللہ! میں نہیں سمجھتا تو باز آئے گا، یہاں تک کہ اللہ تجھ پر کوئی آفت نازل کرے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ اسلام قبول کروں اور اس پر ایمان لاؤں جو آپ اللہ کی طرف سے لائے ہو۔ حضور ﷺ نے زور سے تکبیر کہی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس زور سے تکبیر کہی کہ مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ اب کھلے عام خانہ کعبہ میں نماز ادا کریں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے خواہش ظاہر کی کہ میرا کسی سے جھگڑا ہو (کوئی کافر مجھے مارے میں اسے ماروں) لیکن ایسا نہ ہوا، پھر میں اپنے ماموں ابو جہل بن ہشام کے پاس گیا، اس کے دروازے پر دستک دی، اس نے پوچھا کون؟ میں نے کہا عمر بن خطاب۔ اس نے دروازہ کھولا اور مجھے مرحبا کہا، تو میں نے کہا کہ میں نے آپ کے دین کو چھوڑ دیا ہے اور محمد ﷺ کے دین کو اختیار کر لیا ہے، ابو جہل نے کہا اے عمر! ایسامت کہو اور دروازا بند کر لیا، مجھ سے کوئی جھگڑا نہ کیا تو میں قریش کے ایک اور با اثر آدمی کے پاس گیا، اس سے بھی وہی بات کی جو ابو جہل سے کی تھی۔ اس نے بھی وہی جواب دیا جو ابو جہل نے دیا تھا اور دروازہ بند کر لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مجھے بڑا دکھ ہوا کہ مجھ سے کوئی جھگڑا کیوں نہیں کرتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ منظور ہی نہیں تھا کہ مسلمان تکلیف میں ہوں اور مجھے کوئی اذیت نہ دے اور

میں مسلمانوں کی تکلیف کو دیکھتا رہوں پھر مجھے ایک شخص ملا، اس نے کہا کیا آپ اپنا اسلام ظاہر کرنا چاہتے ہو! تو میں نے کہا: (ہاں) اس نے کہا کہ لوگ حطیم کعبہ کے پاس جمع ہیں، وہاں فلاں آدمی کے پاس چلے جاؤ، اسے کہو کہ ایک راز کی بات ہے وہ کم ہی راز چھپاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پاس آئے اور اس سے کہا ایک راز کی بات ہے کسی کو بتانا نہیں کہ میں نے پرانا دین چھوڑ کر دین اسلام قبول کر لیا ہے۔ اس نے پوچھا کیا فی الواقع تم مسلمان ہو چکے ہو میں نے ہاں میں جواب دیا اس نے بلند آواز سے کہا: ابن الخطاب بے دین ہو گیا، یہ سننا تھا کہ لوگ مجھ پر ٹوٹ پڑے، وہ مجھے مارتے رہے میں انہیں مارتا رہا حتی کہ بے شمار لوگ وہاں جمع ہو گئے، میرے ماموں نے پوچھا کہ لوگ کیوں جمع ہیں؟ جواب دیا گیا کہ عمر نے اپنا آبائی دین ترک کر دیا ہے۔ میرے ماموں نے کہا میں نے اپنے بھانجے کو پناہ دی، یہ سن کر لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا تو میں اپنے ماموں کے پاس گیا اور کہا میں آپ کی پناہ واپس کرتا ہوں، مجھے تمہاری پناہ کی کوئی حاجت نہیں۔ میں کفار سے جھگڑتا رہا وہ مجھ سے یہاں تک کہ اللہ نے اسلام کو غلبہ دے دیا۔

(السیرۃ النبویہ: 1 / 383-387، دار احیاء التراث العربی)

دوسری بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اس صحیفہ میں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن کے پاس تھا سورۃ الحدید تھی

(سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ) (الحدید:۱)

" آسمانوں اور زمین میں جو چیز بھی ہے وہ اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور وہی ہے جو اقتدار کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک"

ہر ایک لفظ پر وہ مرعوب ہوتے گئے جب اس آیت پر پہنچے

(آمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ)

(اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ)

تو بے اختیار پکار اٹھے: (اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ)

اور یہی روایت دوسری جگہ تھوڑی تبدیلی کے ساتھ ہے جس میں سورۃ حدید کی جگہ سورۃ طٰہٰ کی یہ آیت لکھی ہے۔

(اِنَّنِيْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِيْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ)

"حقیقت یہ ہے کہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، اس لئے میری عبادت کرو اور مجھے یاد رکھنے کے لیے نماز قائم کرو"

جب اس آیت پر پہنچے تو پکار اٹھے لا الہ الا اللہ اور درِ اقدس پر حاضری کی درخواست کی۔

ہجرت:

جیسے جیسے مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوتی جا رہی تھی مشرکین مکہ کی ایذا رسانیاں بھی بڑھتی چلی جا رہی تھیں، پہلے تو کفار میں مذہبی جوش تھا لیکن اب وہ سیاسی مصلحت کی بنا پر بھی مسلمانوں کو ختم کر دینا چاہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت دے دی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ 7 نبوی میں اسلام لائے اور 13 نبوی میں ہجرت کی، تقریباً 7,6 برس تک کفار کے مظالم برداشت کئے۔ جب مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت ملی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا ارادہ کیا اور دربار نبوت سے اجازت لے کر چند آدمیوں کے ساتھ اس شان سے ہجرت کی کہ پہلے ہتھیار لگائے، خانہ کعبہ میں آکر طواف کیا۔ مقام ابراہیم کے پاس دو رکعتیں پڑھیں اور مشرکین کی مجلسوں میں جا کر اعلان کیا جو چاہتا ہو اس کی ماں اس پر نوحہ کرے، اس کے بچے یتیم ہو جائیں اور اس کی بیوی بیوہ ہو وہ مکہ سے باہر آکر مقابلہ کرے۔ کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ

مقابلہ کرے اور آپ رضی اللہ عنہ مدینہ روانہ ہو گئے۔

فضیلت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین جانثار ثابت ہوئے اور اسلام میں خوب جدوجہد کی اور امارت اسلامیہ کی آبیاری کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مناقب بہت زیادہ ہیں، میں یہاں اختصار کے ساتھ چند ایک ذکر کرتا ہوں۔

احادیث مبارکہ:

(1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک دفعہ میں خواب میں تھا میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا جہاں ایک عورت محل کے ایک طرف وضو کر رہی تھی میں نے اس سے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ فرشتوں نے کہا: عمر رضی اللہ عنہ کا۔ میں نے عمر کی غیرت یاد کی اور وہاں سے لوٹ آیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا: یارسول اللہ کیا میں آپ سے غیرت کروں گا؟ (بخاری: 1/650، رحمانیہ)

(2) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابن خطاب! مجھے قسم ہے اس ذات بر حق کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ شیطان جس راستے سے تجھے چلتا ہوا دیکھ لیتا ہے دوسرا راستہ اپنا لیتا ہے۔ (بخاری: 1/651، رحمانیہ)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالی نے عمر کی زبان اور دل پر حق جاری کر دیا ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ لوگوں کو کوئی معاملہ درپیش ہوتا وہ اس سلسلہ میں اپنی رائے کا اظہار کرتے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنی رائے دیتے، قرآن آپ کی رائے کے مطابق نازل ہوتا۔ (جامع الترمذی: 2/687، رحمانیہ)

(4) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن الخطاب ہوتا۔ (جامع الترمذی: 2/687، رحمانیہ)

(5) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابھی تمہارے پاس اہل جنت میں سے ایک آدمی آئے گا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے پھر فرمایا کہ ابھی تمہارے پاس اہل جنت میں سے ایک آدمی آئے گا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ (جامع الترمذی: 2/687، رحمانیہ)

(6) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے پہلے وہ خوش بخت شخص جس سے اللہ تعالی مصافحہ فرمائیں گے وہ عمر ہیں۔ سب سے پہلے اللہ پاک انہیں سلام کریں گے اور سب سے پہلے ان کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل فرمائیں گے۔ (ابن ماجہ: 102، رحمانیہ)

(7) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں محو خواب تھا کہ میں نے اپنے آپ کو ایک ایسے کنویں کے نزدیک پایا جس کے پاس ایک ڈول پڑا تھا، جب تک اللہ نے چاہا میں نے اس کنویں سے ڈول نکالے پھر ابو بکر نے وہ ڈول لے لیا انہوں نے ایک ڈول یا دو ڈول نکالے مگر اس میں کچھ کمزوری تھی۔ اللہ تعالی ان کی بخشش فرمائے، پھر حضرت عمر آئے انہوں نے ڈول کھینچے۔ ان کے

ہاتھ میں وہ بہت بڑے ڈول میں تبدیل ہو گیا، میں نے لوگوں میں سے ایسی شخصیت کو نہیں دیکھا جو اس طرح خوبصورت انداز میں محنت و مشقت کے ساتھ کام سر انجام دے رہی ہو یہاں تک کہ تمام لوگ سیراب ہو گئے اور انہوں نے اطمئنان وسکون پالیا۔ (بخاری:1/650،رحمانیہ)

اقوال صحابہ وتابعین:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے جبکہ آپ پر شہادت کے بعد ایک کپڑا ڈال دیا گیا تھا۔ حضرت علی نے فرمایا: رحمك الله، میرے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کپڑے سے ڈھانپی ہوئی اس شخصیت کی بنسبت کوئی شخص ایسا پسندیدہ نہیں کہ میں اللہ تعالی کی خدمت میں اس کے نامہ اعمال کی نیکیاں لے کر حاضر ہوں۔

(طبقات ابن سعد:2/199،مکتبہ عمریہ)

حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عمر کے ازار پر 12 پیوند تھے اور ان میں سے بعض چمڑے کے تھے حالانکہ وہ امیر المؤمنین تھے۔

(طبقات ابن سعد:2/175،مکتبہ عمریہ)

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کی اجازت چاہی، میں نے کہا وہ آرام فرما رہے ہیں تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا اے اسلم تو نے عمر کو کیسا پایا؟ میں نے کہا: لوگوں میں سے بہترین، مگر جب غصے میں ہوں تو معاملہ بہت سخت ہو جاتا ہے، بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: جب وہ غصے ہو جائیں اور تو ان کے پاس ہو تو ان کے سامنے قرآن پڑھنا شروع کر دے ان کا غصہ چلا جائے گا۔ (طبقات ابن سعد:2/175،مکتبہ عمریہ)

حضرت ابان بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخری کلمات یہ تھے: ہلاکت ہے میرے لیے اور میری ماں کے لیے اگر اللہ نے میری مغفرت نہ کی، ہلاکت ہے میرے لیے اور میری ماں کے لیے اگر اللہ نے میری مغفرت نہ کی، ہلاکت ہے میرے لیے اور میری ماں کے لیے اگر اللہ نے میری مغفرت نہ کی، یہاں تک کے ان کی روح پرواز کر گئی۔

(طبقات ابن سعد:2/193،مکتبہ عمریہ)

حضرت زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ ایک دفع ہم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور رونے لگے یہاں تک کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی اور فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ اسلام کے لئے ایک مضبوط قلعہ تھے، لوگ اس میں داخل تو ہو سکتے تھے لیکن اس سے نکل نہیں سکتے تھے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اور اس کی مضبوطی ختم ہو گئی تو لوگ اس سے نکلنے لگے۔

(طبقات ابن سعد:2/199،مکتبہ عمریہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہادی کارنامے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کارنامے دو طرح کے ہیں۔

(1) ایک وہ کارنامے جن کا تعلق احکام شریعت اور فقہ سے ہے۔ اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ انفرادی مقام رکھتے ہیں۔ جس طرح انہوں نے امت کے پیچیدہ مسائل کو سلجھایا؛ قابل رشک ہے۔ اللہ پاک نے انہیں ایسی سمجھ اور تفقہ فی الدین عطاء فرمایا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کوئی رائے پیش کرتے تو قرآن ان کی رائے کے مطابق نازل ہوتا۔

اجتہاد کی تعریف:

لفظ اجتہاد "جہد" سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں: طاقت اور مشقت۔ لغوی اعتبار سے اجتہاد کے معنی ہیں کسی ایسے کام کی تحقیق میں کوشش کرنا جو مشقت اور کلفت کو مستلزم ہو۔

اصلاح شریعت میں اجتہاد کتاب و سنت سے واضح نص کی عدم موجودگی کی صورت میں شرعی احکام اخذ کرنے کے لیے کی گئی سعی کا نام ہے۔

اجتہاد، عہدِ رسالت میں:

اجتہاد کی بنیاد خود رسول اللہ ﷺ نے رکھی۔ جہاں تک منصب رسالت کا تعلق ہے تو رسول اللہ ﷺ کا ہر فرمان از خود نص کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن منصبِ رسالت سے باہر نبی کریم ﷺ نے اپنے اجتہاد کو بھی مشورے کی حیثیت سے پیش کیا۔ چنانچہ فرمانِ رسالت مآب ﷺ ہے۔

"انما انا بشرٌ اذا امرتُکم بشیٔ من دینکم فخذوا بہ و اذا امرتکم بشیٔ من رأیي فانما انا بشر۔"

بلاشبہ میں انسان ہوں اگر میں دین میں کسی بات کا حکم دوں تو اسے مضبوطی سے تھام لو، لیکن اگر اپنی رائے سے فیصلہ دوں تو میں انسان ہی ہوں۔ (صحیح مسلم:2/270، رحمانیہ)

"انما ظننتُ ظنا و لا تواخذنی بالظن و لکن اذا حدثتکم عن اللہ شیئاً فخذوا بہ فانی لم اکذب علی اللہ"

میں نے ایک گمان کیا تھا، اس لیے میرے گمان پر نہ جاؤ لیکن جب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بات کہوں تو اس کو لازم پکڑو کیونکہ میں اللہ پر جھوٹ نہیں باندھتا۔ (صحیح مسلم:2/270، رحمانیہ)

حیات نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو امور دینی میں کسی اجتہاد کی کوئی ضرورت نہیں تھی اور ایسا ممکن بھی نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ ان کے درمیان نبی کریم ﷺ موجود تھے۔ ہر مسئلے کے لیے صحابہ نبی کریم ﷺ ہی کی طرف رجوع کرتے۔ لیکن اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے اپنے طرزِ عمل سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذوقِ اجتہاد کی پرورش ضرور کی۔ جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا قصہ مشہور ہے۔ جب انہیں نبی کریم ﷺ یمن کا گورنر بنا کر بھیج رہے تھے تو ان سے دریافت کیا کہ اے معاذ! تم مقدمات کا فیصلہ کس طرح کرو گے؟ جواب دیا: کتاب اللہ کے مطابق۔ فرمایا: اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو، جواب دیا: رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق۔ فرمایا: اگر میری سنت میں بھی نہ پاؤ تو کیا کرو گے؟ جواب دیا: "اجتهد فیها برأیي" ایسے میں اپنی رائے سے اجتہاد (کوشش) کروں گا۔ (سنن الدارمی: 1/72، قدیمی)

اجتہاد عہدِ صحابہ میں:

رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں تو اجتہاد کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اس لیے کہ جب کوئی نیا مسئلہ پیش آتا تو وحی نازل ہو جاتی لیکن

حضور نبی کریم ﷺ کے بعد اجتہاد کی تمام تر ذمہ داری خلفائے راشدین اور جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم پر عائد ہوئی اور انہوں نے اس ذمہ داری کو اپنی تمام تر صلاحیتیں خرچ کر کے اخلاص کے ساتھ نبھایا۔

صحابہ کرام کا زمانہ نبی کریم ﷺ کے زمانے سے متصل تھا،اس لیے صحابہ کو اجتہاد کی ضرورت تو پیش نہیں آنی چاہیے تھی مگر خلفاء راشدین کے دور ہی میں فتوحات کی وسعت اور مختلف اقوام و قبائل کے ساتھ تہذیبی اشتراک سے جنم لینے والے نئے مسائل کو اجتہاد ہی کے ذریعے سے حل کیا جا سکتا تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ اجتہاد:

عہد خلفائے راشدین اور بالخصوص عہد صدیقی و فاروقی میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ اجتہاد یہی تھا کہ پہلے کتاب اللہ میں تلاش کرتے، اگر نہ پاتے تو سنت کی طرف رجوع کرتے، اگر اس میں بھی نہ ملتا تو صحابہ سے پوچھتے کہ کیا مسئلہ ہذا سے متعلق کوئی نظیر سنت میں موجود ہے؟ اگر پھر بھی نہ ملتا تو اجتہاد کرتے۔

مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم:

صحابہ کرام میں حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ متعدد اصحاب کرام رضی اللہ عنہم ہیں جن کے اجتہادات امت کے لیے رحمت بنے۔ حضرت عثمان، علی، عبد الرحمٰن بن عوف، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت، ام المومنین عائشہ، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم مجتہد و فقیہ صحابہ تھے۔اس سے صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم کے اسلوب و مقام اجتہاد کا پتا چلتا ہے۔

اجتہاد عہد صدیقی میں:

رسول اللہ ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے بزرگ ہستی سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود اپنی زندگی میں بارہا کئی مقامات پر لوگوں کو اپنے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے رجوع کرنے کا کہا۔ اپنے مختصر سے دورِ خلافت میں انہوں نے جو کارنامے سر انجام دیے وہ گویا کارِ نبوت کی تکمیل تھے۔ منکرین زکوٰۃ سے وصولی کا مسئلہ ہو یا فتنہ ارتداد کا معاملہ ہر جگہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ذاتِ رسالت میں فنا نظر آتے ہیں۔ ان کے اجتہاد میں خطا کا احتمال ہی نہیں تھا اور ایک طرح سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کو نص کی تائید حاصل تھی۔ خود زبان رسالت ﷺ نے اس امر کی گواہی ان الفاظ میں دی۔

"ان اللہ یکرہ فوق سمائہ ان یخطأ ابو بکر" (تاریخ الخلفاء: صفحہ 93 بحوالہ طبرانی)

اللہ تعالیٰ آسمان پر اس بات کو پسند نہیں فرماتے کہ ابو بکر سے خطا ہو۔

نص قرآنی کے مطابق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ اور اس کے رسول کی معیت میں داخل ہو چکے تھے۔ لَا تَحْزَنْ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَنَا (التوبۃ:40) کہہ کر رسول اللہ ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کو اللہ اور اپنی دائمی معیت کی سند عطا کر دی تھی پھر کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ صدیقِ اکبر اپنے اجتہاد میں خطا کرتے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جن مسائل میں اجتہاد کی ضرورت پیش آئی ان میں اکثر کارِ نبوت کی تکمیل کے لیے تھے۔ وفات نبوی ﷺ کے وقت جس طرح صحابہ کے حواس معطل ہو گئے تھے اس وقت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے جنہوں نے دین اسلام کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو سنبھالا، منکرین زکوٰۃ سے وصولیابی کا معاملہ درپیش ہوا تو اس وقت حضرت صدیق اکبر نے جو رویہ اختیار کیا وہ بعد میں شریعت کی اساس بن گیا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو روانہ کرنے سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی دور اندیشی اور معاملہ فہمی کا پتا چلتا ہے۔

اجتہاد، عہدِ فاروقی میں:

سیدنا صدیق اکبر کے بعد امت کی راہنمائی کا فریضہ سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے سر پہ آیا۔ خلافت فاروقی میں فتوحات کی وسعت کے ساتھ ہی مختلف نوعیت کے سماجی و تہذیبی مسائل کا سامنا ہوا۔ اجتہاد کی نئی نئی شکلیں نکلیں اور اصول و قواعد متعین ہونے لگے۔ اللہ تعالی نے سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو مجتہدانہ بصیرت سے نوازا تھا۔ مصالح شریعت پر نظر رکھنا، احکام الٰہی کی حکمتوں پر غور و فکر کرنا اور کتاب و سنت کے معارف و دقائق کی جستجو کرنا۔ اللہ رب العزت نے حضرت عمر کو اس کا ذوقِ عظیم عطا کیا تھا۔ حضرت ابو بکر نے اپنے عہد میں حضرت عمر، عثمان، علی، عبد الرحمٰن بن عوف، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کو فتویٰ دینے کی اجازت دی اور باقی کو منع کر دیا۔ (طبقات ابن سعد:2/150، مکتبہ عمریہ)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام کی بہت خدمت کی، ان کے دور خلافت میں اسلامی فتوحات بہت زیادہ ہوئیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور ان کے اجتہادات بھی امت میں امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کی جانب رجوع کرنے کا حکم دیا۔ صرف یہ دو صحابی ہی ہیں جن کی پیروی کا نام لے کر حکم دیا گیا ہے، ان کے علاوہ کسی بھی صحابی کا نام لے کر ان کی پیروی کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کا مقام کیا ہے۔ ایک روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لو کان بعدی نبیٌّ لکان عمر"

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔ (ترمذی:2/687، رحمانیہ)

" لقد کان فیمن کان قبلکم من بنی اسرائیل رجال، یُکلمون من غیر ان یکونوا انبیاءَ، فان یکن فی امتی منھم احد فعمر"

تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے لوگ گزر چکے ہیں جن سے (پردہ غیب سے) کلام ہوا کرتا تھا، اگرچہ وہ نبی نہیں تھے۔ س اگر میری امت میں ایسا کوئی ہوا تو وہ عمر ہوں گے۔ (صحیح بخاری:1/652، رحمانیہ)

ایک موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور ان کے دل پر حق کو جاری کر دیا ہے۔ ایک اور موقع پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کے دو وزیر آسمان والوں میں سے ہوتے ہیں اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں۔ میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام ہیں اور زمین والوں میں سے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ (ترمذی:2/687، رحمانیہ)

اس کے علاوہ صحیحین کی روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تعین کے ساتھ اس امت کا محدَّث وملْہم قرار دیا گیا ہے اس لیے اس امت میں جتنے بھی مجتہدین ہیں خود ان پر اور ان کے اجتہادات پر ماسوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فوقیت حاصل ہے۔ خود صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین رضی اللہ عنہم بھی اس درجہ بندی کو سمجھتے تھے اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے طرزِ عمل کو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نظیر کے طور پر دیکھتے تھے۔

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک تابعی ابو سہیل رحمۃ اللہ علیہ آئے، اس وقت ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ ابو سہیل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میری بیوی کے ذمہ مسجد حرام میں تین دن (نذر) کا اعتکاف ہے، کیا اس پر روزے بھی ہیں۔ ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: روزوں کے بغیر اعتکاف نہیں ہوتا۔ ان سے عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کیا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ پھر پوچھا: کیا یہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ پھر دریافت کیا: کیا عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ پھر دریافت کیا: کیا عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میرا خیال ہے کہ اس پر روزے نہیں ہیں۔

(سنن دارمی: 1/70، قدیمی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلوب اجتہاد

چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر معمولی شغف تھا اس لیے وہ الفاظ کی گہرائیوں میں اتر کر مسائل کا استنباط فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نصوص سے استنباط کی مثالیں بکثرت مل جاتی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلوب اجتہاد کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کے اس مکتوب گرامی کی طرف رجوع کیا جائے، جو انہوں نے بصرہ کے گورنر صحابی رسول ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا، اس خط میں لکھتے ہیں:

"الفهم الفهم فيما يختلج فی صدرك مما لم يبلغك فی الكتاب او السنة، اعرف الامثال و الاشباه ثم قس الامور عند ذلك، فاعمد الی احبها عند الله، و اشبهها بالحق فی ما تری"

جن معاملات میں تم تک کتاب و سنت سے کوئی ہدایت نہیں پہنچی اور وہ تمہارے سینے میں کھٹکتے ہیں تو ان کو اچھی طرح سمجھو، امثال واشباہ (ملتے جلتے مسائل) سے واقفیت حاصل کرو پھر جو امور در پیش ہیں انہیں ان پر قیاس کرو اور جو تمہارے نزدیک اللہ کو زیادہ پسندیدہ ہو اور تمہیں حق سے قریب تر نظر آئے اسے اختیار کرلو۔ (سنن الدار قطنی: 4/132، دار الکتب العلمیہ)

قاضی شریح کو نصیحت:

قاضی شریح کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب منصب قضا پر فائز کیا تو ایک بار انہیں ایک خط میں نصیحت فرمائی:

إن جاءك شئ فی كتاب الله فاقض به و لا تلفتك عنه الرجال فان جاءك ما ليس فی كتاب الله فانظر سنة رسول الله ﷺ فاقض بها فان جاءك ما ليس فی كتاب الله و لم يكن فيه سنة من رسول الله ﷺ فانظر ما اجتمع عليه الناس فخذ به فان جاءك

ما ليس في كتاب الله ولم يكن في سنة رسول الله ﷺ ولم يتكلم فيه احد قبلك فاختر ای الأمرين شئت ان شئت ان تجتهد برأيك ثم تقدم فتقدم وإن شئت أن تاخر فتاخر ولا أرى التأخر إلا خيراً لك.

اگر تمہارے پاس کوئی ایسا واقعہ آئے جو قرآن میں ہو تو اسی پر فیصلہ کرو اور لوگوں کی وجہ سے اسے نہ چھوڑو۔ اگر تمہارے پاس ایسا مسئلہ آئے جو اللہ کی کتاب میں نہ ہو تو رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کرو۔ اگر تمہارے پاس ایسا مسئلہ آئے جو نہ کتاب اللہ میں ہو اور سنت رسول اللہ ﷺ میں تو دیکھو جس پر لوگوں نے اتفاق کیا ہو اسے لے لو۔ اور اگر تمہارے پاس ایسا مسئلہ آئے جو نہ کتاب اللہ میں ہو، نہ سنت رسول اللہ ﷺ میں ہو اور نہ ہی اس کے متعلق کسی نے تم سے قبل کوئی بات کی ہو تو پھر دو کاموں میں سے جسے چاہو اختیار کر لو۔ اگر چاہو کہ اپنی رائے سے کوشش کر کے آگے بڑھو تو آگے بڑھ جاؤ اور اگر پیچھے رہنا چاہو تو پیچھے رہو، اور میرے خیال میں پیچھے رہنا ہی تمہارے لیے بہتر ہو گا۔ (سنن الدارمی:1/71، قدیمی)

مطابقات عمر رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی رائے دیتے تھے اور اللہ رب العزت اسی رائے کے مطابق وحی کا نزول فرماتے۔ اسی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقام اجتہاد اور مجتہدانہ ذوق کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

"واقفت ربي في ثلاث: في مقام ابراهيم، وفي الحجاب وفي اسارى بدر"

میں اپنے رب کے ساتھ تین باتوں میں موافق ہوا۔ ایک مقام ابراہیم (میں نماز کی جگہ مقرر کرنے سے متعلق)، دوسرا (عورتوں کے) حجاب (سے متعلق) اور تیسرا اسیران بدر (سے متعلق)۔

اس پر چوتھے کا اضافہ کر لیجیے کہ منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھنے سے متعلق بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق ہی وحی الٰہی کا نزول ہوا۔

مقام ابراہیم:

کعبۃ اللہ میں مصلی مقرر کرنے سے متعلق مسئلہ درپیش ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"**لو اتخذت من مقام ابراهيم مصلى**" (صحیح البخاری:2/127، رحمانیہ)

کیوں نہ مقام ابراہیم کو آپ مصلیٰ بنا لیں۔

چنانچہ اسی کے مطابق اللہ کا فرمان نازل ہوا۔

آیتِ حجاب:

رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن آیتِ حجاب کے نزول سے قبل پردہ نہیں کرتی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات شاق گزرتی تھی انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اپنے خیال کا اظہار کیا۔ لیکن نبی کریم ﷺ وحی کا انتظار فرماتے تھے۔ چنانچہ خاص پردہ کی آیت نازل ہوئی جس کو آیت حجاب کہتے ہیں۔(سورہ نور -31)

اسیر ان بدر:

اسیر ان بدر کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی میں صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ ان میں سے جو جس کا قریبی رشتہ دار ہے وہ اسی کے حوالے کیا جائے تا کہ وہ اس کی گردن مار دے اور کفار کو پتا چل جائے کہ ہمارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول کی قرابت سب سے زیادہ ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ ان کو فدیہ لے کر آزاد کر دیا جائے اور اس سے جو مال حاصل ہو اس سے ہم اپنا جنگی ساز وسامان خرید لیں۔ حضور ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا اور اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو رائے دی اسی کے مطابق وحی الٰہی کا نزول ہوا۔ (تاریخ اسلام:1/ 167، مکتبہ الحسن)

(ترجمہ) اگر اللہ کی طرف سے لکھا ہوا حکم نہ آ چکا ہوتا تو جو راستہ تم نے اختیار کیا اس کی وجہ سے تم پر کوئی بڑی سزا آجاتی ° لہٰذا اب تم نے جو مال غنیمت حاصل کیا ہے، اسے پاکیزہ مال کے طور پر کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

(سورۃ انفال:68-69)(آسان ترجمہ قرآن)

منافق کی نماز جنازہ:

عبد اللہ بن ابی جو منافقوں کا سردار تھا۔ جب مرا تو آنحضرت ﷺ نے محض اپنی طبعی خوش خلقی کی بنا پر اس کی نماز پڑھنی چاہی، جب رسول اللہ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تو سیدنا عمر نے آپ ﷺ کا کپڑا اٹھا ما اور فرمایا:

"یا رسول اللہ! اتصلی علیہ وقد نھاک اللہ ان تصلی علیہ"

اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ اس کی نماز پڑھتے ہیں حالانکہ اللہ نے اس پر نماز پڑھنے سے آپ کو منع فرمایا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"انما خیرنی اللہ فقال: استغفر لھم أو لا تستغفر لھم إن تستغفر لھم سبعین مرۃ- - - -وسازید علی سبعین"

بے شک اللہ نے مجھے اختیار دیا ہے، فرمایا۔ تم ان کے لیے دعا کرو یا نہ کرو تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشے گا۔"تو میں ستر بار سے زیادہ دعا کروں گا۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "انہ منافق"

بے شک وہ منافق ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ تب اس پر سورہ توبہ کی حسب ذیل آیت اتری:

"وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ" (التوبۃ: 84)

کسی منافق کی نماز مت پڑھو جب وہ مر جائے، اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہو۔ (صحیح مسلم: 2/282، رحمانیہ)

اذان کی ابتداء:

نماز کے لیے لوگوں کو متوجہ کرنے کے لیے اذان کا طریقہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے ہی قائم ہوا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

"کان المسلمون حین قدموا المدینة یجتمعون فیتحینون الصلوٰت ولیس ینادی بها احد فتکلموا یوما فی ذٰلك فقال بعضهم اتخذوا ناقوساً مثل ناقوس النصارىٰ وقال بعضهم قرناً مثل قرن الیهود فقال عمر رضی الله عنه اولا تبعثون رجلا ینادی بالصلاة؟ قال رسول الله ﷺ: یا بلال قم فناد بالصلاة" (صحیح مسلم: 1/200، رحمانیہ)

مسلمان جب مدینہ میں آئے تو وقت کا اندازہ کر کے جمع ہو کر نماز پڑھ لیا کرتے تھے اور کوئی شخص اس پر ندا نہیں کرتا تھا۔ ایک دن لوگ اس پر بات کرنے لگے۔ بعض نے کہا کہ عیسائیوں کی طرح ناقوس بجالیا کریں اور بعض نے کہا کہ یہودیوں کی طرح نرسنگا بجالیا کریں تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں نہ ہم لوگ کوئی آدمی مقرر کر دیں جو لوگوں کو نماز کے لیے مطلع کر دیا کرے؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اے بلال! اٹھو اور نماز کے لیے اعلان کرو۔

مسائل اعتقادیہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تدبر:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح کرتے۔ عقائد کا معاملہ، ایمان و کفر تک جا پہنچتا ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ہی تکمیلِ توحید ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو دین میں غلو اختیار کرنے اور شرک کی طرف مائل ہونے سے نہایت سختی سے منع کرتے۔ چنانچہ حجر اسود کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ مجمع عام میں کہا وہ امت کو شرک و بدعت سے بچانے کے لیے تھا۔

"انی اعلم انك حجر وانك لا تضر ولا تنفع" (صحیح البخاری: 1/303، رحمانیہ)

میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔

اس جملے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتادیا کہ ہم کسی بھی جگہ، چیز یا وقت کے ساتھ کسی بھی عبادت کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی وجہ سے خاص کرتے ہیں۔ لہٰذا کوئی بھی چیز ہمارے نزدیک قابل تعظیم نہیں اِلّا یہ کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی نص وارد ہوئی ہو۔ اسی طرح وہ درخت، جس کے نیچے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے جہاد پر بیعت لی تھی، لوگوں کے نزدیک متبرک سمجھا جانے لگا تھا اور اس کی زیارت کو آنے لگے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا توحیدی مزاج بھلا ایسی حرکت کو کیسے برداشت کر سکتا تھا اس لیے اسے جڑ ہی سے کٹوا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت کے باوجود بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں امکانِ غلو سے بھی گریز کرتے۔ ایک دفعہ سفر حج سے واپسی کے دوران راستے میں ایک مسجد تھی جس میں ایک دفعہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی۔ اس خیال سے لوگ اس طرف دوڑے کہ نماز

پڑھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اہل کتاب انہی باتوں کی وجہ سے تباہ ہوئے کہ انہوں نے پیغمبروں کی یادگاروں کو عبادت گاہ بنالیا تھا۔ (الفاروق:326،دار الاشاعت)

مصالح شریعت کی جستجو:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ مسائل شریعت کی نسبت اس کے مصالح اور وجوہ پر زیادہ غور کرتے تھے اور اگر کبھی ان کے خیال میں کوئی مسئلہ عقل کے خلاف ہوتا تو فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتے تھے۔ دورانِ سفر میں جو نماز قصر کا حکم دیا گیا تھا وہ اس بناء پر تھا کہ ابتدائے اسلام میں راستے محفوظ نہ تھے اور کافروں کی طرف سے ہمیشہ خوف کا سامنا رہتا تھا۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے

"وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي ٱلْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَقْصُرُوا۟ مِنَ ٱلصَّلَوٰةِ إِنْ خِفْتُمْ أَن يَفْتِنَكُمُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓا۟" (النساء:101)

جب تم زمین پر گھومو پھرو تو تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم نماز کو قصر کر لو جبکہ تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں تشویش میں مبتلا کر دیں گے۔ لیکن جب راستے پُر امن ہو گئے اور خدشہ خوف جاتا رہا تب بھی قصر کا حکم باقی رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس پر تعجب ہوا آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ اب سفر میں قصر کیوں کی جاتی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ کا انعام ہے۔ (صحیح مسلم:1/290،رحمانیہ)

تعزیر کا استعمال:

حدود شرعیہ تو معلوم و متعین ہوتی ہیں جنہیں تبدیل کرنے کا اختیار خود شارع کو بھی نہیں ہوتا لیکن تعزیری سزا کا استعمال وقت و مصالح اور احوال کے مطابق خلیفہ کی اپنی صوابدید پر ہوتا ہے۔ یہ حکومتی ضرورت ہے، ہر حکومت کم و بیش اس کا استعمال کرتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں ہمیں کثرت کے ساتھ تعزیری سزاؤں اور تعزیری نوعیت کے فیصلے ملتے ہیں۔

عصبیت جاہلیہ اور فخر و غرور کی روایات کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جڑ سے ہی ختم کر دیا۔ لڑائیوں میں قبائل اپنے قبیلوں کی جے (یعنی اپنے قبیلوں کے نارے لگاتے او تفاخر بیان کرتے) پکارا کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے حکماً بند کروایا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لوگوں کے اخلاقیات کی طرف غیر معمولی توجہ رہتی تھی۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے شاعری کی اصلاح کی اور ہجو بیان کرنے پر سزا مقرر کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی نے سب سے پہلے عاشقانہ اشعار میں عورتوں کے نام استعمال کرنے کی ممانعت کی اور اس پر سزا مقرر کی۔ اس سے پہلے اشعار میں عورتوں کا نام لینا عرب کا عام رواج تھا۔ مدینہ میں قبیلہ بنی سُلیم کے ایک نوجوان تھے جو بڑے خوبصورت تھے۔ ایک بار رات کے گشت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتوں کی زبان سے ان کی تعریف سنی تو دوسرے ہی دن انہیں بلوا بھیجا اور انہیں مدینہ سے باہر بصرہ کی جانب روانہ کر دیا۔ ظاہر ہے کہ اس میں خود ان کی کوئی غلطی نہ تھی۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں مصلحت سمجھتے ہوئے ان کی جلاوطنی کا فیصلہ کیا۔

جب ان کے کسی عمّال کا جرم ثابت ہو جاتا تو اسے کسی صورت نہ بخشتے اور کچھ نہ کچھ تعزیری سزا ضرور دیتے تاکہ دوسروں کو بھی عبرت ہو (الفاروق:330،دار الاشاعت)

حد خمر:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں شارب خمر (شراب نوش) کو 40 کوڑوں کی سزا دی جاتی تھی۔ لیکن اپنی خلافت کے آخری ایام میں کبار صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کے بعد آپ نے یہ سزا 40 کوڑوں سے بڑھا کر 80 کوڑے مقرر کی۔ واقعہ یہ ہوا کہ حضرت خالد بن ولید نے ابو ابرہ کلبی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا جب وہ پہنچے تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے۔ ابو ابرہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا یہ پیغام پہنچایا کہ لوگ کثرت سے شراب نوشی اختیار کرتے جا رہے ہیں اور وہ اس سزا کو کم خیال کرتے ہیں۔ حضرت عمر نے کبار صحابہ سے مشورہ کے بعد حد خمر 80 کوڑے مقرر کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک 80 کوڑے کی سزا کو چالیس کوڑوں پر ترجیح دینے کی وجہ وہ روایت ہے جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی پر جوتیوں کے چالیس جوڑے مارے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر جوتی کی جگہ ایک کوڑا مقرر کیا،

(فقہ عمر:77،ادارہ معارف اسلامی)

ایک مرتبہ ایک شخص نے رمضان المبارک میں شراب نوشی کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے حد میں 80 کوڑے اور تعزیر میں 20 کوڑوں کی سزا دی، کیونکہ اس نے حرمت رمضان کو پامال کیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت لائی گئی جسے صحراء میں شدید پیاس کی حالت میں ایک چرواہا ملا۔ عورت نے اس سے پانی مانگا۔ اس نے اسے پانی دینے سے انکار کیا۔ سوائے اس صورت کے کہ وہ اسے اجازت دے کہ وہ اس کے ساتھ بدکاری کرے۔ عورت نے اسے اللہ کا واسطہ دیا مگر وہ نہیں مانا۔ جب اس عورت کی قوت برداشت جواب دے گئی تو اس نے اس شخص کو اپنے آپ پر قدرت دے دی۔ حضرت عمر نے اضطرار کی اس حالت کی بناء پر اس عورت سے حد ساقط کر دی۔ (فقہ عمر:78،ادارہ معارف اسلامی)

یہ تو حالتِ اضطرار میں کیے گئے زنا کی مثال تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حالت اضطرار میں کیے گئے سرقے پر بھی قطع ید کی سزا نہیں دیتے تھے۔ قحط سالی کے دنوں میں تو آپ نے قطع ید کی سزا ہی موقوف کر دی تھی۔ (فقہ عمر:94،ادارہ معارف اسلامی)

زنا بالجبر:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، زنا بالجبر میں مجبور پر حد کا نفاذ نہیں کرتے تھے اور صرف جبر کرنے والے ہی کو سزا دیتے تھے۔

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک غلام، ان غلام و لونڈیوں پر مقرر تھا جو خمس میں آتی تھیں، اس نے انہی لونڈیوں میں ایک سے زنا بالجبر کیا، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس کو کوڑے مارے اور نکال دیا اور لونڈی کو نہ مارا کیونکہ اس پر جبر ہوا تھا۔

(موطاء امام مالک:687،قدیمی)

عہدِ فاروقی ہی میں زنا بالجبر کا ایک نہایت اہم واقعہ پیش آیا۔ واقعہ کچھ اس طرح ہے:

قبیلہ ہذیل کے لوگوں کے پاس ایک مہمان آیا۔ لکڑیاں اکٹھی کرنے کے لیے انہوں نے اپنی ایک لونڈی بھیجی۔ مہمان اس پر فریفتہ ہو گیا اور اسے برائی پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ عورت کے انکار پر اس نے دست درازی شروع کر دی۔ کچھ دیر لڑائی جاری رہی کہ

کہ اسی اثنامیں وہ عورت پیچھے ہٹی اور ایک وزنی پتھر اسے دے مارا۔ پتھر نے اس کے جگر کے ٹکرے کر دیے اور وہ مر گیا۔ پھر وہ عورت اپنے گھر والوں کے پاس آئی اور سارا ماجرا سنایا۔ اس کے گھر والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور صورتحال سے آگاہ کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تفتیش کے لیے کسی کو بھیجا، تو ان دونوں کے نشانات پائے گئے۔ اس موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے جو فیصلہ دیا وہ تاریخ عدل و انصاف میں آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"ذاك قتيل الله و الله لا يؤدى أبداً۔" (مستدرک حاکم:8/338، المکتب الاسلامی)

"وہ اللہ تعالیٰ کا مارا ہوا ہے۔ اللہ کی قسم اس کی دیت کبھی ادا نہ کی جائے گی۔

اس روایت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے سے واضح ہوتا ہے کہ جس کے ساتھ زنا بالجبر ہوا ہے اس سے محض گواہوں کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا بلکہ اس ضمن میں قرائن و آثار بھی قوی شہادت کا درجہ رکھتے ہیں۔ اگر کوئی اپنی عزت و عصمت کی حفاظت کرتے ہوئے جبر کرنے والے کو قتل بھی کر دے تو اس سے قصاص طلب نہیں کیا جائے گا

اس سے قبل رسول اللہ ﷺ نے اپنے عہد میں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں مجبور پر حد جاری نہیں کی ، مگر حضرت فاروق اعظم کے عہد میں زنا بالجبر کے مختلف النوع واقعات پیش آئے جس میں حضرت عمر کے فیصلے بعد والوں کے لیے نظیر بنے۔

(سنن الترمذی:1/401، رحمانیہ)

نکاح محلّل: (حلالہ)

نکاح محلل سے مراد ایسا نکاح ہے جو کسی ایسی عورت سے کیا جائے جسے طلاقِ مغلظہ مل چکی ہو، نکاح اس غرض سے کیا جائے کہ وہ اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نکاح محلل یعنی عورت کے نکاح ثانی کو تو درست سمجھتے تھے مگر اس میں کسی شرطِ فاسد کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ یعنی نکاح کرنے والا اس شرط پر نکاح کرے کہ بعد از صحبت طلاق دیدے گا تاکہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے۔ اس طریقے کو حلالہ کہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بر سر منبر یہ اعلان فرمایا تھا کہ میرے پاس جو محلِّل اور محلَّ ل لہ لائے جائیں گے تو میں انہیں رجم کر دوں گا۔ حضرت عمر نے حلالہ کی سزا میں شدت اس لیے اختیار فرمائی کہ یہ اللہ کی شریعت میں ایک طرح کی حیلہ سازی ہے۔ (فقہ عمر:374، ادارہ معارف اسلامی)

تراویح:

رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں صرف تین رات اجتماعی تراویح پڑھائی، اس کے بعد یہ سلسلہ موقوف کر دیا اس خیال سے کہ کہیں صحابہ کا ذوق عبادت دیکھ کر تراویح کی یہ نماز مسلمانوں پر فرض نہ ہو جائے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رمضان کی ایک شب نبی کریم ﷺ تقریباً آدھی رات کو نکلے اور مسجد میں نماز پڑھی، چند لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ شریک ہو گئے۔ صبح لوگ اس واقعے کا ذکر کرنے لگے، دوسری رات اس سے زیادہ لوگ جمع ہوئے۔ صبح پھر اس واقعے کا ذکر ہوا، تیسری رات کو مسجد میں اس سے بھی زیادہ لوگ جمع ہوئے، نبی کریم ﷺ نکلے اور نماز پڑھائی۔ پھر

جب چوتھی رات ہوئی تو لوگ اس قدر جمع ہو گئے کہ مسجد تنگ پڑ گئی (لیکن رسول اللہ ﷺ نہ نکلے، لوگ نماز، نماز پکارنے لگے) یہاں تک کہ نمازِ فجر کا وقت ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نکلے، نماز پڑھائی اور لوگوں کی طرف منہ کیا اور شہادتین اور حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا:

"فانہ لم یخف علی شانکم اللیلۃ ولکنی خشیت ان تفرض علیکم فتعجزوا عنھا"

معلوم ہو کہ تمہارا آج کی رات کا حال مجھ پر پوشیدہ نہ تھا مگر مجھے یہ خوف ہوا کہ کہیں تم پر رات کی یہ نماز (تراویح) فرض نہ ہو جائے اور تم اس کی ادائیگی سے عاجز آجاؤ۔ (صحیح بخاری: 1/361، رحمانیہ)

اس کے بعد صحابہ اپنے اپنے طور پر مختلف جگہوں پر تراویح کی نماز باجماعت پڑھ لیا کرتے تھے۔ حضرت عمر نے اسی موقوف سلسلے کی تجدید کی۔ عبد الرحمٰن بن عبد القاری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ رمضان کی ایک رات مسجد کی طرف گئے۔ دیکھا کہ متفرق طور پر نماز پڑھ رہے ہیں۔ کوئی تنہا نماز پڑھ رہا ہے اور کوئی جماعت سے پڑھ رہا ہے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں سوچتا ہوں کہ ان کو اگر ایک قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو اچھا ہے، پھر پختہ ارادہ کر لیا اور ان سب کو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا مقتدی بنا دیا، اس کے بعد پھر میں ان کے ساتھ دوسری رات نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ اچھی بدعت ہے اور رات کا وہ حصہ جس میں تم سوتے رہتے ہو (یعنی اخیر رات) افضل ہے اس حصہ سے جس میں تم نماز پڑھتے ہو اور لوگ اول شب میں نماز پڑھ لیتے تھے۔ (صحیح بخاری: 1/361، رحمانیہ)

(2) وہ کارنامے جن کا تعلق خلافت اور ملکی نظم ونسق سے ہے۔ جس میں خلافت کی ترقی کے اسباب پیدا کرنا، رعایا کی خبر گیری اور اندرونی وبیرونی سازشوں کا سدباب شامل ہے۔ شاید ہی حکومت کا کوئی ایسا شعبہ ہو جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی راہنمائی موجود نہ ہو۔ حضرت عمر نے ملکی ترقی اور نظم وضبط کے جو کارنامے انجام دیے، وہ ہمارے لیے مشعل راہ ہیں، اگر کوئی اپنے آپ کو دنیا کے سامنے کامیاب لیڈر کے طور پر پیش کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی کا گہرائی سے مطالعہ کرے۔

ملکی نظم ونسق:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معاشی، عدالتی اور حفاظتی نظام کو مضبوط کیا۔ تمام ملک کو صوبوں میں تقسیم کیا، عراق کی زمینوں کی پیمائش کروائی، تجارت وزراعت کو فروغ دیا، عُشر اور خراج کی وصولی کا باقاعدہ نظم کیا۔ تجارت پر عشر یعنی چونگی لگائی جو خاص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایجاد ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ جو مسلمان غیر ملکوں میں تجارت کے لیے جاتے ہیں ان سے دس فیصد ٹیکس لیا جاتا ہے تو آپ نے بھی باہر سے آنے والے تاجروں پر دس فیصد ٹیکس لگایا۔ کسی بھی قسم کے گھوڑوں پر کوئی زکوۃ نہیں لی جاتی تھی۔ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تجارتی گھوڑوں پر تجارت کے حساب سے زکوۃ مقرر کی۔ تمام ملک کی مردم شماری کروائی، تمام اضلاع میں عدالتیں قائم کیں، ان کے لیے اصول وضوابط مقرر کئے۔ شعبہ افتاء قائم کیا، تمام سرکاری شعبوں میں کام کرنے والوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔

احتساب:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عوام کے تمام معاملات پر نظر رکھتے تھے۔ رات کے وقت گلیوں میں گشت کرتے۔ جب کسی کو کسی کام کا والی بناتے تو اس پر خصوصی نگاہ رکھتے۔ عمّال کے بارے میں شکایات کو سنتے پھر اس کی تحقیق کرتے۔ اگر کوئی بات قابل تعزیر ہوتی تو اس پر سزا بھی دیتے۔ جب کسی کو عامل بنا کر بھیجتے تو اس سے عہد لیتے کہ اعلی نسل کے ترکی گھوڑے پر سواری نہیں کرے گا۔ باریک کپڑا نہیں پہنے گا۔ چھنا ہوا آٹا نہیں کھائے گا۔ دروازے پر دربان نہیں رکھے گا۔ اہل حاجت کے لئے دروازہ ہمیشہ کھلا رکھے گا۔ (سیر الصحابہ: 1/126، اسلامی کتب خانہ)

اس کے علاوہ عام مسلمانوں کے مذہبی اور اخلاقی امور کی مکمل نگرانی کی جاتی تھی۔ عرب کے فخر و غرور کی تمام روایات کو مٹاڈالا، یہاں تک کہ آقا و نوکر کا امتیاز باقی نہ رہنے دیا، ایک دن صفوان بن امیہ نے ان کے سامنے ایک خوان پیش کیا۔ حضرت عمر نے فقیروں اور غلاموں کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا اور فرمایا خدا ان لوگوں پر لعنت کرے جن کو غلاموں کے ساتھ کھانے میں عار آتا ہے۔ (الادب المفرد: 73، دار المعرفۃ-بیروت)

پولیس:

ملک میں امن و امان قائم کرنے کے لئے حضرت عمر نے پولیس کا شعبہ تشکیل دیا۔ جس کو احداث کہا جاتا تھا۔ اس کے نگران اعلی کو صاحب الاحداث کہتے تھے۔ ان کی ذمہ داری تھی کہ ملک میں امن و امان قائم رکھیں، ناپ تول میں کمی نہ ہونے دیں۔ شاہر اہ پر مکان نہ تعمیر کرنے دیں، مال و جان کی حفاظت کریں، لوگوں کو جانوروں پر زیادہ بوجھ لادنے سے باز رکھیں۔ (سیر الصحابہ: 1/124، اسلامی کتب خانہ)

جیل:

عرب میں جیل کی بنیاد بھی حضرت عمر نے رکھی، سب سے پہلے مکہ میں جیل خانہ قائم کیا پھر اور اضلاع میں بھی جیل خانے قائم کئے۔
وطنی کی سزا سب سے پہلے حضرت عمر نے ایجاد کی، ابو محجن ثقفی کو بار بار شراب پینے کی وجہ سے ایک جزیرہ میں جلاوطن کیا۔

(اسد الغابہ: 3/1393، المکتبۃ الوحیدیۃ)

بیت المال:

بیت المال کی بنیاد بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رکھی، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک مکان بیت المال کے لئے مختص کیا تھا، لیکن وہ ہر وقت بند پڑا رہتا، جو بھی مال آتا لوگوں میں تقسیم کر دیا جاتا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت جب اسے کھولا گیا تو اس میں سے ایک درہم نکلا۔ 15 ہجری میں مستقل خزانہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اصحاب شوریٰ کی رائے سے مدینہ منورہ میں ایک بیت المال قائم کیا پھر اور صوبوں میں اس کی شاخیں قائم کیں اور ان کے افسران بھی مقرر کئے۔ مصارف میں خرچ ہونے کے بعد جو رقم بچ جاتی، سال کے آخر میں صدر بیت المال "مدینہ منورہ" منتقل کر دی جاتی۔ اس کے حساب و کتاب کے لئے سن ہجری کی بنیاد بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رکھی۔

(سیر الصحابہ: 1/128، اسلامی کتب خانہ)

فوج:

اسلامی سلطنت جب وسیع ہوئی اور قیصر و کسریٰ کے ممالک بھی اسلامی سلطنت میں ضم ہو گئے تو ایک منظم فوجی نظام کی ضرورت محسوس ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ پوری سلطنت کو ہی فوجی بنا دیا جائے، لیکن ابتدا میں ایسا ممکن نہیں تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے انصار و مہاجرین سے اس کی ابتدا

کی، رجسٹر تیار کئے گئے جن میں ان مہاجرین وانصار کے نام درج تھے۔ پھر اس نظام کو وسعت دے کر تمام عرب قبائل میں پھیلا دیا گیا۔ پورے ملک کی مردم شماری کی گئی، عربوں کی معقول تنخواہیں مقرر کی گئیں ۔ شیر خوار بچوں کے بھی وضائف جاری کئے، مساوات کا یہ عالم تھا کہ جن لوگوں کی تنخواہیں مقرر تھیں اتنی ہی ان کے غلاموں کی بھی مقرر تھیں۔ ہر سپاہی کو تنخواہ کے علاوہ کھانا اور کپڑا بھی ملتا تھا۔ فوج کے اصول و قواعد بھی مقرر کئے تھے۔ چار چیزوں کا سیکھنا لازمی تھا، تیراکی، تیر اندازی، گھڑ سواری اور پیدل ننگے پاؤں چلنا۔ اس کے علاوہ فوج کو نرم کپڑا پہننے، حمام میں نہانے اور رکاب کے سہارے سوار ہونے کی اجازت نہیں تھی تاکہ ان کی جفاکشی باقی رہے۔ ہر چار مہینے کے بعد اپنے اہل وعیال سے ملنے کی اجازت دی جاتی۔ بڑے بڑے شہروں میں فوجی چھاؤنیاں قائم کی گئیں۔ موسم بہار میں فوج کو عام طور پر سرسبز علاقوں میں بھیج دیا جاتا تھا۔ کسی ملک پر حملہ کرتے وقت موسم کا خاص خیال رکھا جاتا۔ گھوڑوں کی پرورش پر خاص توجہ دی جاتی تھی، ہر مرکز میں چار ہزار گھوڑے ہر وقت سازوسامان کے ساتھ موجود رہتے تھے۔

(سیر الصحابہ:120-133، اسلامی کتب خانہ)

خلافت عمر میں غیر مسلموں کا طرز زندگی

روم وفارس کی حکومتوں میں غیر قوموں کے ساتھ غلاموں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا، شام کے عیسائیوں کو باوجود رومیوں کے ہم مذہب ہونے کے اپنی زمینوں پر کوئی حق نہیں تھا بلکہ وہ خود ایک جائیداد خیال کئے جاتے تھے، زمینوں کے ساتھ ان کو بھی فروخت کیا جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب روم وفارس فتح کیا تو ان لوگوں کے ساتھ وہی سلوک کیا جو آزاد لوگوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

مذہبی آزادی:

غیر مسلم (ذمی) لوگوں کو ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل تھی۔ ناقوس بجاتے، صلیب نکالتے اور میلے لگاتے۔ ان کے مذہبی پیشواؤں کے جو حقوق تھے، ان کو برقرار رکھا گیا تھا (لیکن مسلمانوں کی آبادیوں میں ناقوس بجانے اور صلیب نکالنے کی اجازت نہیں تھی) معاہدات میں اور امور کے ساتھ مذہبی حق کو التزام کے ساتھ ذکر کیا جاتا تھا۔

جرجان کے معاہدے میں لکھا گیا تھا:

"ان کے جان ومال اور مذہب وشریعت کو امان ہے اور اس میں سے کسی چیز کو نہ بدلا جائے گا" (تاریخ طبری:4/152، بیروت-لبنان)

آذربائیجان کے معاہدے میں لکھا تھا:

" جان ومال اور مذہب وشریعت کو امان ہے" (تاریخ طبری:4/152، بیروت-لبنان)

ذمیوں کے حقوق:

دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ جو حقوق ذمیوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیے، دنیا کے کسی بھی حکمران نے اپنے حدود سلطنت میں دوسری قوم و ملت کے لوگوں کو نہیں دیئے ہوں گے۔ حتیٰ کہ آج دنیا انسانیت نوازی اور سیکولرازم کی دعویدار ہونے کے باوجود بھی اس کی مثال پیش نہیں کرسکتی۔

جسٹس سیّد امیر علی، شیعہ ہونے کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اعتراف عظمت کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"یہ ایک قابلِ ملاحظہ امر ہے، جس کی نظیر جدید تاریخ میں بھی نہیں ملتی کہ فتح مصر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عیسائی کلیسا کے اوقاف کی حفاظت ایک امانت کے طور پر کی اور سابقہ حکومت کی طرف سے پادریوں کے لیے جو وظیفے مقرر تھے وہ جاری رکھے۔"

(روح اسلام: 426، مترجم محمد ہادی)

ذمیوں کے حقوق کے سلسلے میں جو کچھ بھی کارنامہ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے انجام دیا وہ خالصتاً ان کے اجتہادی کارناموں میں آتا ہے، کیونکہ اس ضمن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل کی کوئی عملی نظیر موجود نہیں تھی۔

ذمیوں کو مسلمانوں کے برابر کے ملکی حقوق حاصل تھے۔ اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دیتا تو اس کے بدلے اس مسلمان کو بے دریغ قتل کر دیا جاتا۔ ان سے جزیہ کے علاوہ کوئی ٹیکس نہیں لیا جاتا تھا، مال تجارت پر چونگی وصول کی جاتی تھی، جو سب تاجروں سے لی جاتی تھی۔

کوئی مسلمان جب اپاہج یا ضعیف ہو جاتا تو جیسے اس کا وظیفہ مقرر ہوتا اسی طرح ذمیوں کا وظیفہ بھی بیت المال سے جاری کیا جاتا۔ ان کی عزتِ نفس کا مکمل خیال رکھا جاتا۔ ان کے لئے تحقیر آمیز الفاظ استعمال کرنے کی بالکل اجازت نہیں تھی۔ (الفاروق: 278، دار الاشاعت)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہادات کا اجمالی نقشہ

1	بیت المال قائم کیا	2	عدالتیں قائم کیں
3	فوجی رجسٹر ترتیب دیے	4	سن ہجری جاری کیا
5	دفتر مال قائم کئے	6	مردم شماری کروائی
7	جیل خانے قائم کئے	8	محکمہ پولیس قائم کیا
9	زمینوں کی پیمائش کروائی	10	نہریں جاری کیں
11	مکاتب قائم کئے	12	قیاس کا اصول قائم کیا
13	فرائض میں عول کا مسئلہ ایجاد کیا	14	فجر کی آذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا اضافہ کیا
15	نماز تراویح کی جماعت قائم کی	16	ایک دفعہ میں دی جانے والی تین طلاقوں کو مغلظ قرار دیا
17	شراب کی تعزیر کے لئے 80 کوڑے مقرر کئے	18	تجارت کے گھوڑوں پر زکوۃ فرض کی
19	نماز جنازہ میں 4 تکبیروں پر لوگوں کو جمع کیا	20	تمام ملک کو صوبوں میں تقسیم کیا
21	حربی تاجروں کو ملک میں آنے اور تجارت کرنے کی اجازت دی	22	نئے شہر آباد کئے
23	پرچہ نویس مقرر کئے	24	مختلف شہروں میں مہمان خانے تعمیر کروائے
25	مفلوک الحال یہودیوں اور عیسائیوں کے روزینے مقرر کئے	26	وقف کا طریقہ ایجاد کیا
27	ہجو کہنے پر سزا مقرر کی	28	اشعار میں عورتوں کا نام لینے سے منع کیا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت

یحیٰی بن سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب منٰی سے لوٹے تو بطحا میں ٹھہرے اور وہاں کنکریوں کا ایک تودہ بنا کر اپنی چادر کا ایک گوشہ بچھا دیا اور اس پر سر رکھ کر دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور یہ دعا کرنے لگے، اے اللہ! میں بوڑھا ہو گیا اور میری قوت ضعیف اور میری عقل سست ہو گئی، پس اے اللہ مجھ کو اپنے پاس اٹھالے، اس کے بعد ذی الحجہ کا مہینہ بھی نہیں گزرا کہ آپ زخمی کئے گئے اور آپ کی وفات ہو گئی۔

معدان بن ابی طلحہ یعمری سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے مجھے ایک دو چونچ ماری اور میں اس کی تعبیر یہی سمجھتا ہوں کہ میری موت قریب ہے، پس اگر میری موت جلد آجائے تو خلافت ان چھ آدمیوں میں بطور شورٰی کے ہونی چاہئے جن سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک راضی تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے تین دن بعد عمر رضی اللہ عنہ پر جن روتے تھے پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ اشعار پڑھے۔

أَبَعْدَ قَتِيلٍ بِالمَدِيْنَةِ اَصْبَحَتْ ‏ لَهُ الارْضُ تَهْتَزُّ الْعِضَاةُ بِأَسْوُقِ

جزَى اللهُ خيرًا مِنْ أَمِيْرٍ وبَارَكَتْ ‏ يَدُ اللهِ فِي ذَاكَ الْاَدِيمِ الْمُمَزَّقِ

فمن يَسعَ أو يَرْكَبْ جناحِي نعامةٍ ‏ لِيُدرِكَ مَا قَدَّمتَ بالاَمْسِ يُسْبَقِ

قَضَيْتَ أُمُوْرًا ثُمَّ غَادَرْتَ بعدَهَا ‏ بَوائِقَ فِي اَكْمَامِهَا لَمْ تُفَتَّقِ

فما كنتُ أَخشَى اَنْ يَكونَ مَمَاتُهُ ‏ بِكَفَّيْ سَبَنْتَيْ اخضرِ العَيْنِ مُطْرِقِ (اسد الغابہ: 2/911، المکتبۃ الوحیدیہ)

وہ شخصیت جن کے قتل ہونے کے بعد زمین کی یہ حالت ہو گئی کیا ان کے قتل ہونے کے بعد کیکر کے درخت اپنے تنوں پر لہلہا رہے ہیں؟ (یعنی انسان ہی نہیں بلکہ یہ درخت بھی ان کی شہادت پر افسردہ ہیں)، خدا تعالی امیر المؤمنین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اللہ تعالی اپنی قدرت سے اس کھال میں برکت عطا فرمائے جس کو ٹکڑے کر دیا گیا (اے امیر المؤمنین) آپ جو کارنامے انجام دے گئے ہیں ان تک پہنچنے کے لئے کوئی تھوڑی محنت کرے یا زیادہ وہ کبھی بھی ان تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ پیچھے رہ جائے گا۔ بہت بڑے بڑے کام تو آپ کر گئے لیکن ان کے بعد ایسی مصیبتیں چھوڑ گئے جو ایسی کلیوں میں ہیں جو ابھی پھوٹی نہیں۔ پس مجھ کو یہ خوف نہ تھا کہ ان کی وفات ایسے شخص کے ہاتھ سے ہو گی جو دراز سر سبز آنکھ والا ست نظر ہو گا۔

ابو رافع رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ابو لولو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا جو چکیاں بنایا کرتا تھا مغیرہ ہر روز اس سے چار درہم لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ابو لولو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میرے مالک نے مجھ پر زیادہ بوجھ ڈال رکھا ہے، آپ سفارش کر دیں کہ کچھ کم کر دے۔ حضرت عمر نے کہا آپ کے کام کے اعتبار سے زیادہ نہیں ہے۔ اس کو غصہ آگیا وہ اسی وقت سے آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنانے لگا۔ اس نے ایک خنجر بنایا جس کے درمیان میں دستہ تھا اور دونوں طرف دھار تھی پھر اس کو زہر میں بجھا دیا اس کے بعد وہ ہرمزان کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ

دیکھو کیسا خنجر ہے۔ ہرمزان نے کہا میرے خیال میں یہ ایسا خنجر ہے جس کو لگے گا وہ مر جائے گا اس کے بعد وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھات میں رہنے لگا، ایک دن وہ فجر سے پہلے محراب میں چھپ گیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فجر کی قراءت شروع کی تو اس نے آپ رضی اللہ عنہ پر اسی خنجر کے چھ وار کئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گر گئے، لوگوں نے اسے پکڑنے کی کوشش کی، اس نے تیرہ آدمیوں کو اور زخمی کیا جس میں سے سات شہید ہوئے اور چھ اچھے ہو گئے۔ پھر کسی نے اس پر چادر ڈال دی، اس نے پکڑے جانے کے خوف سے خودکشی کر لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر نماز پڑھانے کے لئے آگے کر دیا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جلدی جلدی نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے عبدالرحمٰن! دیکھو کس نے مجھے زخمی کیا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے اور کہا کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام نے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کا شکر ہے جس نے میری موت ایسے شخص کے ہاتھ میں مقدر نہیں کی جو اسلام کا دعوی کرتا ہو۔

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کہا تھا کہ میرے لیے ایک چکی بنادو تو اس نے کہا کہ میں آپ کے لیے ایسی چکی بناوں گا جس کا چرچہ پوری دنیا میں ہو گا۔ حضرت علی آپ کے پاس موجود تھے، ابولولو کی اس بات سے چونک گئے اور فرمایا: امیر المؤمنین! اس نے آپ کو قتل کی دھمکی دی ہے۔

زخمی ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر گھر لایا گیا، طبیب نے آپ کو نبیذ پلائی، وہ زخم کے راستے باہر آ گئی پھر دودھ پلایا وہ بھی باہر آ گیا، طبیب نے کہا مجھے آپ کے لیے شام کی بھی امید نہیں، ابو بکر بن اسمعیل بن محمد بن سعد نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چھبیس ذی الحجہ 23ھ بدھ کے دن زخمی کئے گئے اور محرم کی پہلی تاریخ 24ھ اتوار کے دن وفات پائی۔ آپ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو غسل دیا، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، جس چارپائی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ گیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ بھی اسی پر گیا اور آپ کی قبر میں آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ، حضرت عثمان بن عفان، سعید بن زید اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم اترے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت دس سال پانچ ماہ اور اکیس دن ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا مرثیہ

ثلثةٌ بَرَزُوا بِفَضْلِهِم نَضَّرَهُمُ ربهم اذا نشرُوْا

فَلَيْسَ مِنْ مُؤْمِنٍ له بَصَرٌ يُنْكِرُ تَفْضِيْلَهُمْ اذَا ذُكِرُوْا

عَاشُوْا بِلَافُرْقَةٍ ثَلٰثَتُهُمْ وَاجْتَمَعوا فِي الْمَمَاتِ اِذْ قُبِرُوْا

تین آدمی تھے جو اپنے فضائل کے ساتھ ظاہر ہوئے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) تروتازہ رکھا ان کو ان کے پروردگار نے جب کہ وہ ظاہر ہوئے۔ کوئی مؤمن صاحب بصیرت ایسا نہیں جو ان تینوں کے فضائل کا منکر ہو جب ان کا ذکر کیا جائے۔ یہ تینوں زندگی میں بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوئے اور موت کے بعد قبر میں پھر مل گئے۔ (اسد الغابہ: 2/910-914، المکتبۃ الوحیدیہ)

اللہ پاک اس کاوش کو قبول فرمائے اور اس کو میرے لئے آخرت میں ذخیرہ فرمائے اور تمام معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

مراجع و مصادر

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	مکتبہ
1	آسان ترجمعہ قرآن	شیخ الاسلام حضرت محمد مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ	معارف القرآن
2	تفسیر حقانی	الشیخ ابو محمد عبد الحق الحقانی رحمۃ اللہ علیہ	الفیصل
3	صحیح بخاری	امام محمد بن اسمٰعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ	رحمانیہ
4	صحیح مسلم	امام مسلم بن الحجاج القشیری رحمۃ اللہ علیہ	رحمانیہ
5	جامع الترمذی	ابو عیسی محمد بن عیسی بن سورۃ الترمذی رحمۃ اللہ علیہ	رحمانیہ
6	سنن ابن ماجہ	ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ	رحمانیہ
7	مؤطا الامام مالک	امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی
8	فتح الباری	امام احمد بن علی بن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی
9	نصر الباری	حضرت مولانا محمد عثمان غنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ الشیخ
10	انعام الباری	شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ	الحراء
11	مسند احمد	امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ	دار احیاء التراث العربی
12	الادب المفرد	امام محمد بن اسمٰعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ	دار المعرفہ -بیروت
13	السنن الکبریٰ	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی البیھقی رحمۃ اللہ علیہ	دار الکتب العلمیہ
14	سنن الدارمی	امام عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الدارمی رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی
15	سنن الدارقطنی	امام علی بن عمر الدارقطنی رحمۃ اللہ علیہ	بیروت
16	مصنف عبد الرزاق	ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی رحمۃ اللہ علیہ	المکتب الاسلامی
17	الطبقات لابن سعد	محمد بن سعد منیع الزہری رحمۃ اللہ علیہ	المکتبۃ الوحیدیۃ
18	دلائل النبوۃ	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی البیہقی رحمۃ اللہ علیہ	دار الکتب العلمیہ
19	السیرۃ النبویۃ	عبد الملک بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ	دار احیاء التراث العربی
20	کنز العمال	علامہ علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی رحمۃ اللہ علیہ	رحمانیہ
21	اسد الغابہ	عزّ الدین الاثیر ابو الحسن علی بن محمد الجزری رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ خلیل
22	سیر الصحابہ	مولانا شاہ معین الدین ندوی رحمۃ اللہ علیہ	اسلامی کتب خانہ
23	حلیۃ الاولیاء	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانی رحمۃ اللہ علیہ	دار الکتب العلمیہ

24	حیاۃ الصحابہ (اردو)	مولانا یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ	کتب خانہ فیضی
25	تاریخ الطبری	ابو جعفر محمد بن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ	بیروت-لبنان
26	تاریخ امت مسلمہ	مولانا محمد اسماعیل ریحان دامت برکاتہم العالیہ	المنہل
27	تاریخ الخلفاء	علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ	ضیاالقرآن
28	تاریخ اسلام	مورخ اسلام مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ الحسن